رشید حسن خاں کے نامکمل تحقیقی منصوبے

ڈاکٹر محمد سعید، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

The long life contribution of Rashid Hassan Khan regarding research and editing is a mark able achievement. His contribution proves good and mentionable samples for his successor researchers. Rasheed Hassan khan started some research projects waiting for completion. In this article the methodology and importance of completed and uncompleted research works of Rasheed Hassan Khan are discussed.

رشید حسن خاں نے عمر بھر تحقیق و تدوین کے معیاری کام اور کارنامے انجام دیے۔ ان کے ایسے کام ان کے بعد آنے والے محققین کے لیے تحقیق و تدوین کے مثالی نمونے ہیں۔ رشید حسن خاں کے کچھ ایسے تحقیقی منصوبے بھی ہیں جو ان کی زندگی میں مکمل نہیں ہو سکے اور اب گویا وہ نامکمل رہ گئے ہیں۔ ان کے ایسے تحقیقی منصوبوں میں دو ایک تو ایسے ہیں جنھیں وہ اپنی زندگی میں مکمل کر گئے لیکن وہ ابھی تک شائع نہیں ہو سکے۔ ان کے علاوہ کچھ ایسے کام بھی ہیں جن پر وہ دادِ تحقیق دے رہے تھے لیکن مہلت کار نہ ملی اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کے بارے میں ابھی انھوں نے خاکہ تیار کیا تھا اور ساتھ ساتھ مواد جمع کر رہے تھے۔ رشید حسن خاں کے یہ منصوبے ان کی توجہ سے تو محروم رہے لیکن جن خطوط پر وہ یہ کام کرنا چاہتے تھے اس کا جاننا ان کے بعد والے محققین کے لیے بڑا مفید مطلب ہو سکتا ہے۔ اس مضمون میں رشید حسن خاں کے نامکمل تحقیقی منصوبوں، ان کا طریق کار اور اہمیت کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

رشید حسن خاں کی کتابوں کی جو قابل ذکر فہرستیں تیار ہوئی ہیں۔ اُن کے آخر میں ان کے مرتبین نے رشید حسن خاں کے کچھ ''نامکمل منصوبے'' کے زیرِ عنوان کچھ کتابوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ جن میں گنجینۂ معنی کا طلسم، غرائب اللغات، امراؤ جان ادا کی تدوین کلیات اقبال (اُردو) اور قصائد سودا کی تدوین شامل ہیں۔ ان میں سے گنجینۂ معنی کا طلسم کو نامکمل منصوبوں میں شامل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ رشید حسن خاں اسے اپنی طرف سے مکمل کر چکے تھے اور اس کے مقدمے سمیت

پورا مسوّدہ انجمن ترقی اردو ہند نئی دہلی کے حوالے کر چکے تھے نیز یہ کہ اُن کی زندگی میں اس کی کمپوزنگ بھی شروع ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر رفاقت علی شاہد اور ڈاکٹر ٹی آر، رینا نے درست طور پر اس کتاب کو رشید حسن خاں کی کتابوں کی فہرست میں شامل کیا ہے کہ یہ زیر طبع ہے۔ اس کے علاوہ ایسے تمام حوالوں کو اُن کے نامکمل منصوبوں ہی میں رکھا جائے گا۔

غالب کی صد سالہ برسی پر ۱۹۶۹ء میں رشید حسن خاں نے لفظیات غالب کو مرتب کرنے کا ذہن میں خاکہ بنایا ہوگا اور چونکہ غالب صدی کے ہنگامے زوروں پر تھے اس لیے ممکن ہے احباب سے اس کا ذکر بھی آ گیا ہو جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صدرِ شعبۂ اُردو دہلی یونیورسٹی جو غالب صدی بڑے زور شور سے منا رہے تھے۔ انھوں نے یہ کام اشاریۂ کلام غالب کے عنوان سے مرتب کروایا اور چھاپ دیا۔ رشید حسن خاں نے اس کتاب کے بارے میں رائے دیتے ہوئے کہا تھا کہ کبھی اس کام کو میں اپنے انداز سے ضرور کروں گا۔ گنجینۂ معنی کا طلسم اس ابتدائی خاکے کی تکمیل ہے۔ رشید حسن خاں نے اپنے خطوں میں اکثر جگہ اس کا ذکر کیا ہے اور زیادہ تر اسے لفظیاتِ غالب کا نام دیا ہے ممکن ہے بعد میں انھوں نے اس کا نام گنجینۂ معنی کا طلسم طے کیا ہو۔ رشید حسن خاں کے خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ زٹل نامہ کے کام کو مکمل کرنے کے بعد ۲۰۰۳ء میں انھوں نے گنجینۂ معنی کا طلسم پر کام شروع کر دیا تھا۔

رشید حسن خاں کے ایک کرم فرما عبدالوہاب خاں سلیم سے اس کا ذکر آنے پر انھوں نے فرمائش کی کہ اس کام کو ضرور کیجیے۔ عبدالوہاب خاں سلیم علم دوست اور عالم دوست، اپنی وضع کی بڑی منفرد شخصیت ہیں۔ ان کے پیہم تقاضوں سے رشید حسن خاں کو بڑی تقویت ملی اور وہ عمر کے اس حصّے میں بیماریوں کے باوجود اس کام کو مکمل کر پائے گنجینۂ معنی کا طلسم کے مقدمے میں اس نسبت سے انھوں نے عبدالوہاب خاں سلیم کا بہ طور خاص شکریہ ادا کیا ہے اور ان کی محبتوں کو یاد کیا ہے۔ مقدمے کا متعلقہ حِصّہ انھوں نے اپنے خط کے ساتھ انھیں بھیجا تھا۔ اُن کے نام کا یہ خط رشید حسن خاں کے خطوط مرتبہ ڈاکٹر ٹی۔ آر۔ رینا میں بھی موجود ہے۔ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے خط کے ساتھ مقدمے کے اس صفحے کی متعلقہ عبارت کو اپنے حاشیے میں درج کرلیا ہے یوں یہ محفوظ ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد کا حاشیہ اور اس میں موجود یہ عبارت دیکھیے:

> ''اس خط کے ساتھ کتابت (کمپوز) شدہ مقدمے کے آخری صفحے کا عکس منسلک تھا۔ اس میں آخری دو پیراگراف سے پہلے حسب ذیل الفاظ میں مکتوب الیہ کا شکریہ ادا کیا گیا ہے:
>
> میں محبّ مکرّمی الحاج عبدالوہاب خاں سلیم کا خاص طور پر شکر گزار ہوں، جن کے پیہم تقاضوں نے اور اصرار نے کام کی رفتار کو سست نہیں ہونے دیا۔ دراصل اس موضوع پر اس انداز کی کتاب مرتب کرنے کی فرمایش انھی نے کی تھی۔ میں ان کی بات ٹالتا نہیں، یوں ہامی

بھر لی تھی۔ عبدالوہاب خاں میرے مخلص کرم فرما اور غم گسار ہیں۔ یہ ان کے پیہم اصرار کا فیضان ہے کہ درمیان میں کام رُکا نہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ خاں صاحب کی کتاب دوستی اور ان کا بے مثال خلوص شامل حال نہ رہتا تو میں موجودہ حالات میں اس کام کو شاید نہ کر پاتا''۔ یہ تحریر ۱۶۔ اپریل ۲۰۰۵ء کی نوشتہ ہے''۔ ۱

اس حاشیے سے اندازہ ہوتا ہے کہ رشید حسن خاں نے گنجینۂ معنی کا طلسم کے مقدمے کو ۱۶۔ اپریل ۲۰۰۵ء تک مکمل کر لیا تھا۔ ڈاکٹر ٹی آر۔ رینا نے رشید حسن خاں کی وفات کے بعد انجمن کے جنرل سیکرٹری ڈاکٹر خلیق انجم سے گنجینۂ معنی کا طلسم کے بارے میں درج ذیل معلومات حاصل کیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''یہ کتاب ۱۷۵۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا مسوّدہ انجمن ترقی اردو (ہند) کے دفتر میں موجود ہے۔ اس کے کچھ حصّے کی کمپوزنگ بھی ہو چکی ہے۔ راقم نے ڈاکٹر خلیق انجم سے ۳۰ جولائی ۲۰۰۶ء کو ملاقات کے دوران یہ معلومات حاصل کیں، اس کے منظر عام پر آنے میں ابھی کچھ وقت لگے گا''۔ ۲

رشید حسن خاں کی وفات کے بعد ڈاکٹر خلیق انجم نے ان کے بارے میں جو مضمون لکھا ہے اس سے اس کتاب کے بارے میں کچھ اور معلومات بہم پہنچتی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''اب تک اس کتاب کے ساڑھے آٹھ سو صفحات کمپوز ہو چکے ہیں اور ابھی اس کا کافی حصہ باقی ہے۔ میں خاں صاحب کے صاحبزادوں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ وہ باقی مسودہ بھی دے دیں، مگر انجمن کی ایک مشکل یہ ہے کہ کمپوزنگ خاں صاحب نے پڑھی تھی کیوں کہ وہ کسی اور کی پروف ریڈنگ سے کبھی مطمئن نہیں تھے۔ اب جو صفحات کمپوز ہوں گے انھیں کون پڑھے گا اور اگر پڑھے گا تو خاں صاحب کا علم کہاں سے لائے گا۔ پھر بھی میری کوشش ہے کہ یہ کتاب ضرور چھپ جائے اور انشاء اللہ ضرور چھپے گی''۔ ۳

مطلب یہ کہ ۲۰۰۶ء تک اس کتاب کے ساڑھے آٹھ سو صفحے کمپوز ہو چکے تھے۔ اس کا کل مسودہ ۱۷۵۰ صفحات پر مشتمل ہے جس کا کچھ حِصّہ ابھی تک انجمن کے پاس نہیں پہنچا۔ رشید حسن خاں کے ہاتھ سے لکھے ہوئے ساڑھے سترہ سو صفحات میں سے ساڑھے آٹھ سو صفحے اگر کمپوز ہو چکے تو اس کا یہ مطلب کہ گنجینۂ معنی کا طلسم' نصف سے زیادہ کمپوز ہو چکی تھی۔ انجمن کے نئے جنرل سیکرٹری ڈاکٹر اطہر فاروقی سے ابھی تازہ معلومات اس سلسلے میں موصول نہیں ہو سکیں وہ رشید حسن خاں کے نیاز مندوں میں سے ہیں امید ہے کہ جلد اس کتاب کی اشاعت عمل میں آ سکے گی۔

گنجینۂ معنی کا طلسم کے علاوہ رشید حسن خاں کے جتنے نامکمل علمی و تحقیقی منصوبے ہیں

ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ پہلے حصے میں وہ رکھے جانے چاہیں جن پر وہ کسی نہ کسی قدر کام کر چکے تھے یا کر رہے تھے اور دوسرے حصے میں وہ آئیں گے جن کو کرنے کے وہ خواہش مند تھے۔ جو کام اُن کے زیر ترتیب تھے اُن میں غرائب اللغات اور 'کلیات اقبال (اُردو) کی تدوین اہم ہیں۔

غرائب اللغات اردو کا قدیم لغت ہے اور رشید حسن خاں کے بقول عبدالواسع ہانسوی پہلے ہندوستانی ہیں جنھوں نے اسے مرتب کیا۔ یہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ اس کے ایک مخطوطے مخزونہ انجمن ترقی اُردو کراچی پر سراج الدین علی خاں آرزو کے حواشی تھے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے ان حواشی کو نوادالالفاظ کے نام سے مرتب کر کے شائع کیا۔ اس طرح رشید حسن خاں کا یہ موقف تھا کہ عبدالواسع ہانسوی کے ساتھ زیادتی ہوئی کہ اس کے لغت پر حواشی کو تو شائع کر دیا گیا لیکن اصل لغت کی طرف ابھی تک کسی نے توجہ نہیں کی۔ غرائب اللغات اور اس کے مرتب عبدالواسع ہانسوی کے نصیب نے یہاں بھی یاوری نہیں کی کہ زمانے کی اس قدر طویل بے اعتنائی کے بعد اگر ایک بڑے محقق کی نظر انتخاب پڑی بھی تو وہ بھی اس کو مکمل نہ کر سکے کیونکہ رشید حسن خاں ایک کام کو شروع کرتے تھے تو تکمیل تک پہنچاتے تھے اس کے ساتھ کسی دوسرے منصوبے کا متعلقہ مواد ضرور جمع کرتے رہتے تھے لیکن غرائب اللغات کی یہ صورت رہی کہ جب بھی اسے شروع کرتے، کام کو روکنا پڑتا اور درمیان میں کوئی دوسرا کام نکل آتا وہ پھر اس کو مکمل کرنے کے بعد اس کی طرف توجہ کرنے کا عزم کرتے تو کوئی دوسرا کام شروع ہو جاتا۔ بالآخر یہ نامکمل ہی رہ گیا۔ رشید حسن خاں نے اپنے کسی مطبوعہ خط میں ساٹھ کی دہائی میں اپنے پاس اس کے ایک مخطوطے کی موجودگی یا پھر کسی صاحب سے اس کی نقل بھیجنے کا لکھا تھا۔ اس سلسلے کا ان کے خطوط میں جو پہلا حوالہ میسر آیا وہ ۱۹۹۴ء کا ہے۔ ذیل میں پیش کردہ چند اقتباسات سے اندازہ ہو سکے گا کہ رشید حسن خاں کی نظر میں غرائب اللغات کی کیا اہمیت تھی اور وہ اسے کیوں اور کس طرح مرتب کرنا چاہتے تھے۔ رشید حسن خاں ۲۶۔ستمبر ۱۹۹۴ء کے خط میں اسلم محمود کو لکھتے ہیں:

> ''پچھلے کئی مہینوں سے صحت ڈانواڈول سی رہتی ہے، یوں سارے کام گویا معطل ہیں۔ گلزارِ نسیم کے بعد میں نے اردو کے قدیم ترین لُغت (یعنی کسی ہندستانی کا مرتب کیا ہوا لغت) سے متعلق کچھ کام شروع کیا تھا اور اس سلسلے میں مولوی عبدالواسع ہانسوی (ہانسی، ہریانہ) کے لغت غرائب اللغات کو مرتب کرنے کا ڈول ڈالا تھا۔ یہ اب تک غیر مطبوعہ ہے، بیچ میں یہ کام رُک گیا مہینے دو مہینے میں اسے شروع کر سکوں گا۔ بیچ میں انشائے غالب کا کام نکل آیا''۔[۳]

ڈاکٹر گیان چند کے نام خطوط میں بھی دو جگہ غرائب اللغات کا ذکر آیا ہے اور رشید حسن خاں نے بڑے واضع انداز سے اس کی اہمیت بیان کرنے کے ساتھ اس پر کام کرنے کے اپنے عزم اور ارادے کا اظہار کیا ہے۔ ۲۵۔اپریل ۱۹۹۵ء کو انھیں لکھتے ہیں:

''مثنویاتِ شوق کے بعد میرا ارادہ غرائب اللغات کو مرتب کرنے کا ہے۔ اس مصنف کے ساتھ بہت ناانصافی ہوئی ہے۔ یہ کتاب الگ سے چھپی بھی نہیں اب تک۔ خان آرزو نے اس غریب کو جہالت کا ایسا سرٹی فکٹ عطا کیا کہ آج تک اس کی تکرار کی جا رہی ہے۔ اس کے متعدد خطی نسخے ہیں اور اکثر کے عکس میں نے حاصل کر لیے ہیں۔ بس نسخۂ رام پور رہ گیا ہے۔ وہاں کا احوال خراب ہے، ذرا حالات سُدھریں تو اُسے بھی حاصل کرلوں گا۔''۵

مثنویاتِ شوق نے مزید تین سال لے لیے اور غرائب اللغات اس دوران میں ان کی توجہ سے محروم رہی لیکن پھر نئے عزم کا اظہار کرتے ہوئے ۱۱۔ اپریل ۱۹۹۸ء کو ڈاکٹر گیان کو لکھتے ہیں کہ اب:

''میرا ارادہ عبدالواسع ہانسوی کے لغت غرائب اللغات کو مرتب کرنے کا ہے۔ اس کے متعدد خطی نسخوں کے عکس اب سے پہلے ہی جمع کر لیے تھے۔ لاہور گیا تھا تو ذخیرۂ شیرانی کے نسخے کا عکس لیتا آیا تھا اس کے ساتھ زمانے نے اور خاں آرزو نے اور پھر آخر میں سید عبداللہ نے بہت ناانصافی کی ہے۔ اردو جس علاقے میں پیدا ہوئی (بہ قول اربابِ لسانیات) اُس علاقے کے کسی شخص نے اُس زمانے میں اُس علاقے کے تلفظ، معنی اور صورت کی شکل بندی کی تو یہ تو اچھا کام کیا، بڑا کام کیا۔ آرزو نے زبان گوالیاری 'فصح السنہ' کے پھیر میں اور سید عبداللہ نے اس علاقے کو نہ جاننے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اُسی پر گرہ لگائی''۔۶

اگلے سال بھر میں ''غرائب اللغات'' کے ساتھ ساتھ ''زٹل نامہ'' کا ارادہ بھی بن گیا۔ سو ۲۵۔ فروری ۱۹۹۹ء کو ظفر احمد صدیقی کو لکھتے ہیں:

''ہاں بمبئی سے واپسی پر میں جعفر کا دیوان مرتب کرنا چاہتا ہوں، تب وہاں کے ایک نسخے کے عکس کے لیے آپ کو زحمت دوں گا (اور کس سے کہوں گا)۔ اور مولانا ہانسوی کی غرائب اللغات بھی سامنے ہے۔ اس کے چار اہم ترین خطی نسخوں کے عکس میں نے یک جا کر لیے ہیں؛ ہوسکتا ہے کہ پہلے اِسے اٹھالوں اس میں بھی آپ کے مشورے اور مدد کی ضرورت ہوگی عربی الفاظ کے سلسلے میں''۔۷

لیکن غرائب اللغات کے نصیب پھر نہ کھلے اور اگلے چند سال تک رشید حسن خاں نے سحرالبیان، مصطلحات ٹھگی اور' زٹل نامہ کی نذر کر کے ۲۰۰۳ء سے ''گنجینۂ معنی کا طلسم'' پر بھی کام شروع کر دیا۔ بالآخر اپریل ۲۰۰۵ء میں اس سے فرصت حاصل ہوئی تو پھر نئے سرے سے اپنے اس پرانے منصوبے کی طرف لوٹے۔ رشید حسن خاں ۲۔ مئی ۲۰۰۵ء کے خط میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کو لکھتے ہیں:

''ہاں صاحب! میری سخت جانی نے آپ کی دعاہاے سحرگاہ کی مدد سے مدد لے کر ایک پُرانے منصوبے پر اسی ہفتے سے کام شروع کیا ہے۔ غالب والا کام تو مکمل ہو گیا، اُس کی کمپوزنگ ہو

رہی ہے۔ عہدِ عالم گیر میں اُردو کا پہلا لغت علاقۂ ہریانہ میں مرتب کیا گیا، اِس کے مُرتب تھے مولوی عبدالواسع ہانسوی، یہ بہت اہم کام ہے لسانی تشکیل اور ارتقا کے نقطۂ نظر سے، اُردو لفظوں کی ایسی قدیم اور ابتدائی شکلیں سامنے آتی ہیں۔ جن سے اب شاید ہی کوئی آشنا ہو؛ اِس لغت کو مرتب کرنے کا منصوبہ بنایا تھا اب سے پندرہ سال پہلے، بارے اب اُس کی نوبت آ پائی۔ بہت جان لیوا کام ہے، بہت صبر آزما اور پریشان کُن۔ آپ کی مزید دُعاؤں کی ضرورت ہے۔ آٹھ دن میں چار لفظوں پر حواشی لکھے جا سکے ہیں۔ خیال یہ آیا کہ اب یہ کام نہ ہوا تو پھر کبھی نہیں ہوگا اور کوئی دوسرا ایسے ''غیر ضروری'' اور طویل المعیاد کام کو کیوں کرنے لگا۔ سارے متعلقہ نسخے اور مآخذ پہلے ہی جمع کر رکھے تھے، اب وہ کام آ رہے ہیں''۔ ۸

اس خط سے جہاں اس بات کا اندازہ ہوتا کہ رشید حسن خاں نے باقاعدہ اس کام کا آغاز کر دیا تھا وہاں یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ وہ اسّی برس کی عمر میں بھی تحقیق کے معیار کو بلند رکھنے کے لیے اپنے وضع کردہ معیارات پر قائم ہیں اور ضعف اور بیماری کے باوجود سخت جانی سے کام کرنے کے قائل ہیں۔ آٹھ دن کی محنت سے صرف چار لفظوں پر حواشی لکھنا بہت معنی خیز ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ہی کو ایک مہینے بعد ۸۔ جون ۲۰۰۵ء کے خط میں لکھتے ہیں:

''آپ کو اطمینان ہوگا کہ غرائب اللغات کے مسّودے کے ۳۹ صفحے کل تک مکمل ہو گئے۔ ابھی الف کے الفاظ زیرِ بحث ہیں۔ چاہتا ہوں کہ چھے مہینے میں یہ کتاب مکمل ہو جائے''۔ ۹

رشید حسن خاں بہت جم کر اس کام میں لگے ہوئے تھے لیکن شاید یہی چالیس پچاس صفحے ہی مکمل کر پائے ہوں کہ یہ کام پھر تعطل کا شکار ہو گیا۔ یوں کہ گنجینۂ معنی کا طلسم جو کمپوز ہو رہی تھی اس کی حروف خوانی کے لیے صفحات آ گئے ہوں گے۔ دوسرا یہ کہ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کلیاتِ اقبال کی تدوین کی درخواست ان سے کرتے رہتے تھے اور بالآخر ان کے اصرار اور ڈاکٹر خلیق انجم کے کہنے پر وہ اس کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ ہاشمی صاحب کے نام اگلے خطوط میں غرائب اللغات کا کہیں ذکر نہیں بلکہ تدوین کلامِ اقبال کے بارے میں زیادہ گفتگو ہے۔ لیکن اتفاق سے گنجینۂ معنی کا طلسم کی کمپوزنگ رک جانے کی وجہ سے ''غرائب اللغات'' پھر ان کے مطالعے کی میز پر آ گئی تھی۔ ۲۸۔ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو ڈاکٹر خلیق انجم کو لکھتے ہیں:

''ظاہر ہے کہ جب کمپوٹر ٹھیک ہو گا تبھی، اگلا شروع ہو گا اور جب مطلع کریں گے اور غالب والے صفحات بھیجنا شروع کریں گے، تبھی اگلا پروگرام بنایا جائے گا۔ اس میں ۶، ۷ مہینے ضرور لگیں گے یہ میرا خیال ہے۔ غالب والے کام کو سال ڈیڑھ سال ہو گیا ہے یوں پہلے اُسی کا مکمل ہونا ضروری ہے۔ دن بھر بیکار نہ بیٹھا رہوں، اِس لیے میں نے غرائب اللغات والے کام کا بستہ آج سے پھر کھول لیا ہے، جب کہ میں نے اسے باندھ کر الگ رکھ دیا تھا''۔ ۱۰

ڈاکٹر خلیق انجم کے نام اس خط میں رشید حسن خاں نے کلامِ اقبال کی تدوین کے بارے میں بتایا کہ یہ کام ابھی روک رہا ہوں اور ۶، ۷ مہینے کے بعد شروع کر سکوں گا۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ اس دوران میں گنجینۂ معنی کا طلسم کے پروف پڑھوں اور اس طرح یہ کام جو پہلے شروع ہوا تھا، پہلے اسی کو ختم ہونا چاہیے لیکن کمپوز شدہ صفحات نہ ملنے پر غرائب اللغات کو پھر شروع کر لیا کہ بے کار نہ بیٹھے رہیں۔ لیکن آخری بار پھر یہ اتفاق ہوا کہ اکتوبر میں یہ بستہ کھلا اور نومبر میں پھر مستقل طور پر بند ہو گیا۔ رشید حسن خاں نے ۱۱۔ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو ڈاکٹر گوہر نوشاہی کو اس پر کام کرنے کا بتاتے ہوئے لکھا:

''آج کل غرائب اللغات کو مرتب کرنے میں لگا ہوا ہوں۔ یہ اُردو کا پہلا لغت ہے۔ نوادرا لا لفاظ جو اسی پر مبنی ہے؛ چھپ گئی؛ مگر یہ اصل کتاب اب تک نہیں چھپ سکی تھی، اب چاہتا ہوں کہ اس کا متن مرتب ہو کر معرض طبع میں آ جائے۔ مولانا عبدالواسع ہانسوی کی محنت کیوں ضائع ہو۔ خان آرزو اور پھر ڈاکٹر سید عبداللہ نے ہانسوی کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔ دیکھیے کب تک مکمل کر پاتا ہوں۔ اسی برس کے بعد آدمی بڑی حد تک سست قدم ہو جاتا ہے۔ یہاں بھی وہی احوال ہے''۔ ۱۱

جواب میں ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے کہیں لکھ دیا کہ یہ کام تو ڈاکٹر عارف نوشاہی کر رہے ہیں اور وہ تکمیل کے قریب ہے۔ اب ۱۸۔ نومبر ۲۰۰۵ء کو لکھا گیا رشید حسن خاں کا جواب ملاحظہ کیجیے:

''یہ مجھے آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ برادرم عارف نوشاہی بھی غرائب اللغات کو مرتب کر رہے ہیں۔ یہ بات میرے علم میں نہیں تھی۔ میں نے اب اس کام کو نہ کرنے کا قطعی طور پر فیصلہ کر لیا ہے اور اس بستے کو باندھ کر حوالۂ طاقِ نسیاں کر دیا ہے۔ اس سے متعلق ایک مختصر سا تعارفی مضمون ایک رسالے کو بھیجا تھا، اس کے چھپنے میں وقت لگے گا، اس کے آخر میں میں نے لکھا تھا کہ میں اسے مرتب کر رہا ہوں؛ آج ہی اڈیٹر کو ضروری خط لکھا ہے کہ اُس کے آخری پیراگراف کو نکال دیا جائے ــــــ دیکھیے بھائی! کام کرنے کے بہت ہیں اور وقت کم رہ گیا ہے؛ ایسے میں ایک ہی کام کو دو آدمی کریں تو فائدہ کچھ نہیں ہوگا۔ اچھا یہ ہوگا کہ اُس مدت میں دو آدمی دو کام کریں، اس سے فائدہ ہوگا۔ عارف صاحب اس کام کو مجھ سے بہتر طور پر انجام دیں گے۔ اس لیے میں کل سے ایک اور کام کا ڈول ڈالوں گا۔ میرے پاس غرائب کے خطی نسخوں کے جو عکس ہیں ان میں آزاد لائبریری علی گڑھ ذخیرۂ شیرانی کا نسخۂ نسبتاً بہتر ہے؛ اگر وہ وہاں نہ ہو تو لکھیے، میں اُس عکس کو فوری طور پر بھیج دوں گا۔ میرے علم میں اس کا ایک نسخۂ ذخیرۂ شپرانگر جرمنی بھی ہے، میں نے اس کا عکس حاصل کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن ناکام رہا، معلوم نہیں کیسا نسخہ ہے''۔ ۱۲

یہ رشید حسن خاں کی اعلیٰ ظرفی ہے کہ عارف نوشاہی کے کام کو قریب بہ تکمیل سن کر وہ اس سے دست کش ہو گئے لیکن اس کے ساتھ ساتھ بہ طور محقق ان کی اس صفت کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ منفرد کام کرنا چاہتے تھے اور اُن کے ذہن میں تحقیق کا جو اعلیٰ معیار تھا اُس کا تقاضا بھی یہی تھا کہ پہلے عارف نوشاہی کے کام کو دیکھ لیں جو مکمل ہونے والا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اعلیٰ معیارِ تحقیق کا تقاضا بھی یہی تھا کہ وہ اس کام کو ملتوی کر دیں۔ عمر اور صحت کا تقاضا بھی یہی ہوتا اور اس کا انھیں ادراک بھی تھا کہ جس سخت جانی اور سخت کوشی کا یہ کام متقاضی ہے وہ بات اب نہیں، ورنہ وہ اسے ڈاکٹر عارف نوشاہی کے مرتبہ نسخے کی اشاعت تک ہی ملتوی رکھتے مستقل طور پر ملتوی نہ کر دیتے۔ ۶۔ دسمبر ۲۰۰۵ء کو لکھے گئے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے نام خط سے اس کی مزید تصدیق ہوتی ہے کہ اب وہ یہ کام نہیں کریں گے۔ انھیں لکھتے ہیں: ''ہاں، میں نے غرائب اللغات والا کام مستقلاً ملتوی کر دیا ہے۔ اس پر پھر گفتگو ہوگی''۔[۱۳]

اس پر پھر گفتگو کرنے کا انھیں موقع نہیں ملا لیکن اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے یہی بتانا تھا کہ اس کام کو اس لیے ملتوی کر دیا ہے کہ ڈاکٹر عارف نوشاہی اسے کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی جو اس سلسلے میں اُن کی ہمت شکنی کا سبب بنے، اب وہ بڑے پچھتاوے کے ساتھ رشید حسن خاں کے اس ۱۱۔ اکتوبر ۲۰۰۵ء کے خط پر حاشیے میں لکھتے ہیں کہ میں نے رشید حسن خاں سے:

> ''یہ عرض بھی کیا تھا عبدالواسع ہانسوی کی غرائب اللغات پر ڈاکٹر عارف نوشاہی کام کر رہے ہیں اور یہ کام تکمیل کے نزدیک ہے۔ چنانچہ خاں صاحب نے .... بلند ہمتی اور کشادہ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی تدوین سے دستبرداری کا اعلان کیا....... میرے خیال میں میرا خاں صاحب کو اس امر پر متوجہ کرنا اور خاں صاحب کا قطعی طور پر فیصلہ کرنا دونوں سہو خطا پر مبنی تھے۔ مجھے اگر اندازہ ہوتا کہ خاں صاحب اس قدر انتہا پسندی کا مظاہرہ کریں گے تو میں یہ بات ان کے علم میں نہ لاتا اور خاں صاحب کو نہیں چاہیے تھا کہ وہ اپنی محنت کو ضائع کر دیتے۔ میرے خیال میں اگر دونوں محققین کے نسخے منظر عام پر آ جاتے تو یہ علمی اور ادبی اعتبار سے زیادہ بہتر اور سود مند ہوتا''۔[۱۴]

رشید حسن خاں کا یہ فیصلہ انتہا پسندانہ نہیں تھا اور نہ اس سلسلے میں ان سے کوئی سہو خطا ہوئی اور نہ علمی اور ادبی اعتبار سے یہ بہتر اور سود مند ہی ہوتا کہ دونوں محققین کے نسخے ایک ساتھ منظر عام پر آتے کیونکہ اخلاقیاتِ تحقیق اور معیارِ تحقیق کا یہی تقاضا تھا جب انھیں یہ کہا گیا کہ ایک اسکالر کا یہی کام مکمل ہونے کے قریب ہے تو انھوں نے یہ دونوں تقاضے پورے کرتے ہوئے درست فیصلہ کیا اور اس کام کو ملتوی کر دیا اور ظاہر ہے یہ فیصلہ اس، قریب بہ تکمیل نسخے کی اشاعت کے بعد کرنا تھا کہ اب اس پر کام کرنے کی گنجائش ہے کہ نہیں۔ سہو اور خطا اگر ہوئی تو ڈاکٹر گوہر نوشاہی سے کہ انھوں نے پوری بات انھیں نہ لکھی نہ بتایا کہ ڈاکٹر عارف

نوشاہی کے کام کی نوعیت اور دائرہ کار کیا ہے نہ یہ بتایا کہ صحیح معنوں میں ان کا یہ کام کس منزل پر ہے۔ میرے استفسار پر ڈاکٹر عارف نوشاہی نے ۱۸۔ دسمبر ۲۰۱۲ء کو ای میل کے ذریعے مجھے لکھا:

> ''میں غرائب اللغات کو کراچی میوزیم کے اس نسخے سے نقل کر رہا تھا جس پر سراج الدین علی خان کے حواشی ہیں۔ اگر چہ یہ حواشی نوادر الالفاظ کے نام سے سید عبداللہ نے شائع کر دیے تھے لیکن نسخہ کراچی اور طبع سید عبداللہ میں واضع اختلاف کی وجہ سے میں نے کراچی والے نسخے کو مرتب کرنا بھی ضروری سمجھا یہ کام بہت عرصے سے تعطل کا شکار ہے اور اسے یوں سمجھ لیجیے کہ نامکمل ہی رہے گا۔ کراچی کا یہی نسخہ میں نے رشید حسن خاں کو بھی بھیجا تھا کیونکہ وہ اس پر کام کرنا چاہتے تھے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا اور معلوم ہوا کہ انھوں نے کام نہیں کیا تو میں نے نقل شروع کی''۔[۱۵]

ملاحظہ کیجیے حقیقتِ حال کہ ڈاکٹر عارف نوشاہی نے غرائب اللغات کے صرف ایک نسخے مخزونہ کراچی میوزیم ہی کو مرتب کرنے کا سوچا تاکہ اصل نسخے نوادر الالفاظ سے تقابل کر کے اختلاف بتائے جا سکیں اور وہ ابھی اس کو نقل بھی نہیں کر پائے اور ڈاکٹر گوہر نوشاہی اسے ''تکمیل کے نزدیک'' بتا رہے ہیں۔ اس کا امکان ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر عارف نوشاہی نے ڈاکٹر گوہر نوشاہی کو یہی بتایا ہو جو انھوں نے رشید حسن خاں کو بتایا۔ اس میں سہو و خطا اگر ہے تو ادھر نوشاہی برادران میں ہے۔ رشید حسن خاں نے سن کر اگر اس کام کو ملتوی کیا تو صرف یہ نہیں کہ وہ اعلیٰ ظرف تھے بلکہ اعلیٰ ظرفی کے ساتھ ساتھ اخلاقیاتِ تحقیق اور معیارِ تحقیق کا تقاضا بھی یہی تھا۔

رشید حسن خاں نے اپنی زندگی کے آخری چند ماہ کلامِ اقبال کی تدوین کی نذر بھی کیے۔ اس طرح یہ اُن کا آخری علمی منصوبہ تھا جس کا وہ خاکہ بنا چکے تھے اور ماہر اقبالیات ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے اشتراک سے اس کو مکمل کرنے کا عزم کر چکے تھے۔ رشید حسن خاں نے اس سے بہت پہلے کلامِ اقبال کی تدوین کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا جس میں اس کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیا تھا۔ لیکن خود اس کام کو کرنے کا ارادہ انھوں نے کبھی ظاہر نہیں کیا تھا۔ اس کام کو کرنے کے لیے انھیں آمادہ کرنے کا سہرا ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے سر ہے۔ مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی کے مرتب ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد ''عرض مرتب'' کے تحت لکھتے ہیں:

> ''ہاشمی صاحب کی خواہش کے احترام میں رشید حسن خاں نے لفظیات اقبال اور تدوین کلام اقبال جیسے اہم منصوبوں پر کام کا آغاز کر دیا تھا''۔[۱۶]

کلیاتِ اقبال کی تدوین کے سلسلے میں خود ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی اسی کتاب کے ''دیباچے'' میں لکھتے ہیں: ''آخری دو برسوں میں فون پر ان سے بات ہو جاتی تھی، جس کا بڑا موضوع ''کلیاتِ اقبال اُردو'' کے مسائل تھے''۔[۱۷]

ہاشمی صاحب کے اس بیان میں یہ اشارہ تو موجود ہے کہ وہ رشید حسن خاں سے اس سلسلے میں گفتگو کرتے رہتے تھے اور غالباً ارشد محمود ناشاد کے مذکورہ بالا بیان کا سبب یہی بات ہو لیکن ہاشمی صاحب کے بیان سے وضاحت نہیں ہوتی کہ وہ خود اس کام کو کرنے کے لیے اور اس میں درپیش مسائل سے نمٹنے کے لیے رشید حسن خاں سے رہنمائی لیتے تھے یا کہ رشید حسن خاں کو تدوین کلیاتِ اقبال کے لیے آمادہ کرتے تھے۔ اسی ''دیباچے'' میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کا ایک اور بیان ملاحظہ کیجیے جس سے بات صاف ہو جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''حیاتِ مستعار کے آخری برس (۲۰۰۵ء میں) انھوں نے ڈاکٹر خلیق انجم کی تحریک و تجویز پر کلیاتِ اقبال اردو کی تحقیقی تدوین کا پختہ عزم کر لیا تھا اور معاونت کے لیے اس ناچیز کو شریکِ مدون نامزد کیا تھا۔ ہم نے اس کام کا ایک نقشہ بنایا، طریق کار طے کیا اور میں نے انھیں ضروری کتابیں، کلامِ اقبال کی بعض بیاضیں اور متفرق لوازمہ بھیجا''۔[۱۸]

بہر حال یہ ضمنی بات ہے کہ کلیاتِ اقبال کی تدوین کا آغاز رشید حسن خاں نے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی ''خواہش کے احترام'' میں کیا یا پھر ڈاکٹر خلیق انجم کی ''تحریک و تجویز'' پر اصل یہ ہے کہ رشید حسن خاں نے اس کام کو کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے انھیں تجویز بھیجی اور انھوں نے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی اقبال شناسی کے پیش نظر انھیں شریک مدوّن بننے کے لیے قائل کرنے کو کہا۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے ۱۲۔ اگست ۲۰۰۵ء کو ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کو خط لکھا جس میں اُن کی کتاب **اقبالیات: تفہیم و تجزیہ** میں شامل رشید حسن خاں کے مقالے **کلامِ اقبال کی تدوین** اور اس کی تائید میں لکھے گئے ہاشمی صاحب کے مقالے پر داد و تحسین دینے کے بعد انھیں کہا:

> ''مجھے اچانک خیال آیا کہ اگر رشید حسن خاں صاحب **کلیاتِ اقبال** مرتب کر دیں تو بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔ میں نے انھیں فوراً ٹیلی فون کیا، اُنھیں میری تجویز پسند آئی لیکن اس شرط پر منظور کی کہ کلیات رفیع الدین ہاشمی صاحب اور میں مل کر مرتب کریں گے۔ خاں صاحب کی یہ بات مجھے بہت پسند آئی، اس لیے میں اب آپ کو تکلیف دے رہا ہوں۔
>
> یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ابھی کلیاتِ اقبال کا کوئی ایسا نسخہ شائع نہیں ہوا جس پر پوری طرح اعتماد کیا جا سکے۔ اگر آپ اور خاں صاحب مل کر اسے مرتب کر دیں تو یقیناً اقبالیات کی یہ کمی پوری ہو جائے گی۔ خاں صاحب نے کہا ہے کہ میں آپ سے درخواست کروں کہ اگر آپ کو یہ تجویز منظور ہو تو کلیات کی ترتیب کا ایک خاکہ مرتب کر کے اور اس کے طریقۂ کار پر ایک نوٹ لکھ کر خاں صاحب کو بھیج دیں۔ ترتیب کی حد تک ذمے داری آپ دونوں کی ہے اور اس کلیات کو بہت خوب صورت شائع کرنا انجمن ترقی اردو کا کام ہوگا''۔[۱۹]

غرض یہ کہ دونوں محققین کا باہم اتفاق ہو گیا اور کام کرنے کا خاکہ بھی تیار ہو گیا۔ ڈاکٹر رفیع الدین

ہاشمی نے اس کا کیا خاکہ بنایا اور کیا طریق کار رشید حسن خاں کی خدمت میں پیش کیا یا یہ کہ اُن سے اس سلسلے میں کیا استفسارات کیے اس کا کچھ اندازہ مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی سے نہیں ہوتا نہ ہاشمی صاحب کی کسی اور تحریر سے۔ یہ موضوع ان کا ہے اور انھیں ہی زیب دیتا ہے کہ وہ باہم مشاورت کی تفصیل پر مفصّل مضمون لکھ دیں۔ لیکن رشید حسن خاں نے ۱۲۔ستمبر ۲۰۰۵ء کو ہاشمی صاحب کے نام خط میں اس کام کو کرنے کا جو طریق کار اور دونوں کا دائرۂ کار لکھ کر بھیجا وہ کچھ اس طرح ہے:

''مجموعے کا آخری اڈیشن، یعنی حیاتِ اقبال کا آخری اڈیشن ہو یا اُن کے انتقال کے بعد پہلی بار شائع ہوا ہو، متن کی بنیاد اُس کو بنایا جائے گا۔ مثلاً ضربِ کلیم کا ۱۹۳۶ء والا اڈیشن اور ارمغان حجاز کا نومبر ۱۹۳۸ء کا اڈیشن۔ کتابت کے دو پروف میں پڑھوں گا اور تیسرا پروف (فائنل پروف) آپ پڑھیں گے، اِس طرح اگر کوئی تصحیح طلب بات ہو گی تو آپ اُس کی نشان دہی کر دیں گے اور یہاں اُس کی درستی ہو جائے۔ ہاں، یہ بتانا ہوگا کہ یہ نظم، غزل کس زمانے کی ہے اور پہلے اِس کا عنوان کیا تھا۔ اور اگر کوئی بڑی تبدیلی کی گئی ہو (مثلاً کسی نظم کو غزل بنا دیا گیا ہو، وغیرہ) اِس کی نشان دہی بھی کی جائے گی۔ باغ و بہار، فسانۂ عجائب کلاسکی متن ہیں، یوں اُن کے لسانی مسائل بھی بہت ہیں، کلامِ اقبال سے یہ مسائل غیر متعلق ہیں، اِس بنا پر جیسے ضمیمے اُن متون میں شامل کیے گئے، وہ ضمیمے یہاں نہیں ہوں گے، اُن کی نہ گنجائش ہے نہ ضرورت۔ ہاں ضروری حواشی شامل کرنا ہوں گے، ایسے حواشی جو بہت ضروری ہوں۔ ہر شعر کی ابتدائی شکل بتانا ضروری نہیں، ہاں صرف اہم تبدیلیوں کو شامل کرنا مناسب ہو گا۔ ضروری مقامات پر آپ اپنے یا کسی کے کسی مضمون کا حوالہ دے سکتے ہیں کہ مزید تفصیل وہاں دیکھی جائے۔ اس مجوزہ کلیات کی ضخامت بہت زیادہ نہ ہو، اِس کا بھی لحاظ رکھنا ہوگا۔ چوں کہ شروعات ارمغانِ حجاز کے اُردو حصے سے ہو گی جو نسبتاً مختصر ہے، اِس لیے اِس متن کے حواشی سے دوسرے مجموعوں کے حواشی کا بہ خوبی اندازہ ہو جائے گا اور فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی۔ جو کلام، اقبال نے شامل مجموعہ نہیں کیا، لیکن وہ اقبال میوزیم میں محفوظ ہے، ضمیمے میں اُسے ضرور شامل کیا جائے گا۔ غیر ضروری تفصیل کے بغیر''۔[۲۰]

یہ اقتباس محض نمونے کے لیے پیش کیا گیا ہے ورنہ اس کے بعد بھی اس خط میں چند ضروری باتیں ہیں جس سے اس کام کی تدوین کے طریق کار پر مزید روشنی پڑتی ہے۔

ہاشمی صاحب ماہر اقبالیات ہی نہیں تحقیق و تدوین کا بھی بہت اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں اور پھر رشید حسن خاں سے اُن کی نیازمندی دوستی تک پہنچی ہوئی تھی۔ رشید حسن خاں بھی اُن کی قدر کرتے تھے اور اُن کی بات کو

اہمیت دیتے تھے۔ اس طرح باہم اتفاق اور اعتماد کے تعلق کے پیشِ نظر دونوں نے مل کر اس کام کو کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ اتحاد اس موضوع کی ضرورت بھی تھا اور تقاضا بھی۔ کلیاتِ اقبال اُردو کی تدوین ان دونوں محققین میں سے کوئی ایک کرتا تو شاید اُس کا وہ معیار سامنے نہ آتا۔ تدوین کے پہلو سے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کو رشید حسن خاں کی ضرورت تھی اور اقبالیات کے موضوع کی نسبت سے رشید حسن خاں کو ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی ضرورت تھی۔ کیونکہ اقبالیات پر جتنی نظر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی ہے ویسی رشید حسن خاں کی نہیں تھی اور تدوین پر جیسی گرفت رشید حسن خاں کو تھی ویسی ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کو نہیں ہے۔ اس طرح کلیاتِ اقبال کی تدوین کو ان دونوں کی ضرورت تھی۔ کاش یہ کام انجام پا جاتا تو اپنی نوعیت کی بہترین مثال ہوتا اور کم از کم اقبالیات میں سرفہرست رکھا جاتا۔ رشید حسن خاں کا ایک اقتباس دیکھیے وہ ۲۲۔ اگست ۲۰۰۵ء کے خط میں عبدالوہاب سلیم خاں کو لکھتے ہیں:

> ''انجمن ترقی اردو (ہند) نے ایک تجویز میرے پاس بھیجی ہے کہ کلیاتِ اقبال اُردو کو اصولِ تحقیق کے مطابق مرتب کروں۔ اِسے انجمن اپنے طور پر چھاپے گی۔ مجھے یہ تجویز پسند آئی اور اپنی ساری خرابیِ صحت کے باوجود میں نے اسے منظور کر لیا، لیکن اس ترمیم کے ساتھ [کہ اقبال میوزیم، لاہور میں] اقبال کے جو کاغذات ہیں جن میں انھوں نے اشعار میں اصلاح و تبدیلی کی ہے، اُن سے استفادے کا اہتمام کیا جائے اور اس کے لیے عملی صورت یہ ہے کہ ترتیبِ کلیات کے اِس کام کو میں اور ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، دونوں مل کر کریں۔ سرِ ورق پر مرتب کے طور پر دونوں کا نام ہو، اس طرح یہ کام آسانی سے ہو جائے گا اور بہتر طور پر ہو سکے گا۔
>
> انجمن نے میری اس تجویز کو منظور کر لیا اور ہاشمی صاحب کو خط لکھا ہے۔ اگر یہ کام ہو گیا تو خاں صاحب! یہ اپنے انداز کا منفرد اور یادگار کام ہوگا اور دونوں ملکوں کی طرف سے ایک طرح سے خراجِ عقیدت ہوگا۔ یہ بجائے (کذا) خود ایک نئی علمی مثال ہوگی علمی تعاون کی۔''[۲۱]

اس کام کو کرنے کی خواہش، عزم اور منصوبے کا اندازہ عبدالوہاب خاں سلیم ہی کے نام ۲۸۔ اگست ۲۰۰۵ کے خط سے ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں:

> ''میں نے اس خط میں کلیاتِ اقبال سے متعلق ضروری تفصیلات لکھ دی ہیں۔ اِس وقت صرف یہ کہنا ہے کہ دو چار دن میں جب بھی آپ ہاشمی صاحب کو فون کریں، یہ تاکیداً کہہ دیں کہ انجمن کو اور مجھے اُن کے جواب کا شدید انتظار ہے۔ ہاشمی صاحب بہت عمدہ آدمی ہیں۔ مگر خط لکھنے میں بہت کاہل ہیں، کیا کیا جائے! اُن کا خط آ جائے تو میں کلیاتِ اقبال کے تحقیقی اڈیشن کا خاکہ بنا کر اُن کے پاس بھیجوں۔ چاہتا یہ ہوں کہ یہ کام جلد ہی شروع ہو جائے۔

جلدی خاص کر یوں کہ بے خوابی کے مرض نے سارا ذہنی نظام ہلا کر رکھ دیا ہے۔ راتیں گزر جاتی ہیں اور پلک نہیں لگتی۔ خیر، یہ سب تو یوں ہی رہے گا۔ میں اقبال والے کام کو مثالی کام کے طور پر مکمل کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں دو سال تو لگ ہی جائیں گے۔'' ۲۲

رشید حسن خاں کلیاتِ اقبال اردو کی تدوین کا ابتدائی خاکہ جس میں کام کرنے کا طریق کار اور دونوں محققین کا دائرہ کار درج تھے، ستمبر ۲۰۰۵ء میں تقریباً مکمل کر چکے تھے۔ ہاشمی صاحب کی طرف سے متن کے مقابلے کے لیے مواد بھی انھیں موصول ہو چکا تھا۔ بالآخر ۲۶۔ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو مصمم ارادے کے ساتھ رشید حسن خاں اپنے شریک مدوّن کو لکھتے ہیں:

''اب میری درخواست یہ ہے کہ بعدِ عید آپ ارمغانِ حجاز کے حواشی لکھنا شروع کر دیجیے، میں بھی عید کے تیسرے دن سے باضابطہ آغاز کار کروں گا۔ حواشی مختصر ہوں ضروری ہو[ہوں]اور بس۔ اشعار میں جو تلمیحات آئی ہیں اور نام آئے ہیں یا مصرعے اور شعر منقول ہیں، اُن کی تخریج میں کرلوں گا اور پھر آپ کے پاس بھیج دوں گا''۔ ۲۳

عید کا تیسرا دن تو ابھی دور ہی تھا لیکن رشید حسن خاں اس خط کے دو دن بعد ہی یہ کام چھے سات ماہ کے لیے عارضی طور پر ملتوی کر دیتے ہیں۔ ۲۸۔ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو ڈاکٹر خلیق انجم کے نام خط میں لکھتے ہیں:

''اقبال میوزیم لاہور میں جس قدر کاغذات تدوینِ کلام سے متعلق محفوظ ہیں۔ اور جن کی مجھے ضرورت تھی، وہ سب عکسی صورت میں میرے پاس آ گئے ہیں۔ ضربِ کلیم اور ارمغان حجاز کے مکمل متن اقبال کے قلم کے لکھے ہوئے بھی وہاں ہیں۔ اُن کے عکس بھی مجھے مل گئے ہیں۔ ان مجموعوں کی پہلی اشاعتیں بھی وہاں سے آ گئیں اور یہ بڑا کام ہو گیا، ورنہ یہاں تدوین کا یہ کام نہ ہو پاتا۔ اسے آپ حسن اتفاق کہیے یا آپ کی اور میری نیک نیتی اور سچی لگن کا کرشمہ، ورنہ اس پیمانے پر ایسے کام اس قدر جلد ہو نہیں پاتے۔ ہاشمی صاحب نے قابل رشک کام کیا ہے۔ میں ان سے ۵ بار فون پر مفصل گفتگو کر کے ضروری باتیں بھی طے کر چکا ہوں۔ جو حواشی کلام سے متعلق مجھے لکھنا ہیں اور جو انھیں لکھنا ہیں، دونوں کی مکمل تفصیلات بھی طے ہو گئی ہیں۔ کل تک ارادہ میرا یہ تھا کہ یکم نومبر سے باضابطہ کام کا آغاز کروں، مگر فی الوقت اسے ملتوی کر دیا ہے۔ اب میرا خیال کچھ ایسا ہے کہ اب ۶، ۷ مہینے کے بعد ہی یہ کام شروع کر سکوں گا۔ آپ کو مطلع کرنا ضروری تھا، یوں اطلاع دے رہا ہوں۔ کام کا خاکہ یہ ہر طور تیار کر کے رکھ لیا ہے، اطمینان رکھیے''۔ ۲۴

ڈاکٹر خلیق انجم کو اطلاع دینا اس لیے ضروری تھا کہ اُن کی تجویز اور تحریک پر یہ کام شروع ہوا تھا لیکن اس اقتباس میں چھے سات ماہ کے لیے اس کام کو ملتوی کرنے کی وجہ رشید حسن خاں نے نہیں لکھی۔ اس کے بعد

بھی براہ راست نہیں لکھی لیکن خط کے اگلے حصّے میں انجمن کے کمپوزر کے گھر کا ذاتی کمپوٹر خراب ہونے کا ذکر ہے جس پر وہ گنجینۂ معنی کا طلسم کمپوز کر رہے تھے۔ رشید حسن خاں کمپوزر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''جب وہ مطلع کریں گے اور غالب والے صفحات بھیجنا شروع کریں گے تبھی اگلا پروگرام بنایا جائے گا۔ اس میں ۶، ۷ مہینے ضرور لگیں گے یہ میرا خیال ہے۔ غالب والے کام کو سال ڈیڑھ سال ہو گیا ہے یوں پہلے اسی کا مکمل ہونا ضروری ہے''۔ ۲۵

اس اقتباس اور اس سے پہلے میں چھے سات مہینے سے واضح اشارہ اس طرف ہے کہ گنجینۂ معنی کا طلسم کی کمپوزنگ کا پہلے اہتمام کریں تاکہ پہلے اُس کے پروف پڑھے جائیں اور چھے سات ماہ میں پہلے سے شروع کیا ہوا یہ کام مکمل کرنے کے بعد اقبال والے کام کو شروع کیا جائے گا لیکن پھر اتنی مہلتِ کار انھیں ملی ہی نہیں۔

کلیاتِ اقبال کی تدوین کے منصوبے سے پہلے جب رشید حسن خاں گنجینۂ معنی کا طلسم پر کام کر رہے تھے اسی دوران میں ان کو لفظیات اقبال کا بھی خیال آیا اور اس کا ذکر بھی پہلے پہل ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے نام ۲۳۔ جون ۲۰۰۳ء کے خط میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''خیال یہ ہے کہ اس کے بعد لفظیاتِ اقبال اِسی انداز پر مرتب کروں؛ مگر یہاں تو وہ چھپے گی نہیں، بس اِس لیے تامل اور تکلف رہا ہے۔ خیر، دیکھا جائے گا۔ کیا لفظیاتِ اقبال سے متعلق وہاں کوئی کام ہوا ہے اگر ہوا ہو تو ضرور مطلع فرمائیے''۔ ۲۶

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی غالباً اگلے ایک سال تک اس سلسلے میں انھیں کوئی اطلاع نہیں دے پائے تو ۹۔ اگست ۲۰۰۴ء کے خط میں انھیں پھر لکھتے ہیں:

''یہ معلوم کرنا ہے کہ پاکستان میں کسی نے لفظیاتِ اقبال پر کام کیا ہے؟ دوسری بات: کیا وہاں یہ کتاب چھپ سکے گی (یہاں کون چھاپے گا) ورنہ پھر قصائد سودا والا کام شروع کر وں گا۔ آپ کی رائے کیا ہے؟ چشم بہ راہ ہوں ...... اگر ورد و وظیفے سے ذرا سا وقت مل جائے ایک فضول کام کے لیے، تو اس خط کی رسید بھی بھیج دیجیے اور اپنی رائے بھی''۔ ۲۷

بالآخر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے انھیں اپنی رائے سے مطلع کرتے ہوئے اور اقبالیات سے اپنی دلچسپی کی خاطر لفظیاتِ اقبال کے منصوبے کو پسند کیا ہوگا اور اس پر کام کرنے کی فرمائش کی ہوگی۔ لفظیاتِ اقبال کے سلسلے میں رشید حسن خاں کا ۳۱۔ اکتوبر ۲۰۰۴ء کا خط اہم ہے جس میں انھوں نے اس کا ایک ابتدائی خاکہ اور نمونے کے لیے ایک طریق کار لکھ کر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کو بھیجا ہے۔ اس کام کو کرنے کے لیے رشید حسن خاں نے جو طریق کار طے کیا اُس کو یہاں نقل کرنا معنویت سے خالی نہیں ہوگا۔ رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

''لفظیاتِ اقبال کا کام میں خود بھی کرنا چاہتا تھا [یوں بھی کہ کوئی دوسرا شاید ہی ایسے

''غیر ضروری'' کام کرنے پر آمادہ ہو سکے]اب آپ کی فرمایش نے اسے واجب کا درجہ بخش دیا۔ اس کام کو ضرور کروں گا؛ مگر اس باب میں پہلے چند باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔

اُردو میں اب تک اس سلسلے کا کوئی کام ہوا ہی نہیں، یوں کوئی نمونہ موجود نہیں جس کو بہ طور سر مشق سامنے رکھا جا سکے۔ اِس لحاظ سے طریق کار کا تعین ضروری ہے۔ غالب کی لفظیات کا رُخ دوسرا تھا معنی آفرینی کے نقطۂ نظر سے، اقبال کے یہاں وہ بات اُس طرح نہیں پائی جاتی، یوں کہ اقبال اصلاً نظم کے شاعر ہیں اور غالب غزل گو ہیں۔ یوں طریق کار کا معاملہ اہمیت رکھتا ہے .... اقبال کے سلسلے میں کیا طریقۂ کار اختیار کیا جائے؟ میں اسی لفافے میں غالب سے متعلق ایک صفحہ رکھے دے رہا ہوں (یہ تلخیص ہے) اس سے آپ اچھی طرح اندازہ کر سکیں گے۔ میں نے الفاظ کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

(۱) مفرد ___ (۲) مرکب، جن میں متعلقہ لفظ درمیان ترکیب میں یا آخر میں آیا ہو۔

(۳) وہ مرکبات جن میں متعلقہ لفظ شروع میں آیا ہے، مثلاً: ایک لفظ ہے آتش۔

(۱) ''آتش'' مفرد ہے__ (۲) رنگ کاغذ آتش زدہ۔ یہ دوسرے حصے میں آئے گا۔ (۳) آتشِ رنگ رُخ ہر گل۔ یہ تیسرے حصے میں آئے گا۔ یوں کہ ایک حصے میں ان کو درج نہیں کیا جا سکتا۔

اس لحاظ سے مثلاً اس مصرعے کو دیکھیے: اے ہمالہ! اے فصیلِ کشورِ ہندوستان!

اس کے اندراجات چار جگہ ہوں گے: ہ، ف، ک، ہ کے تحت۔ اس طرح:

ہمالہ	:	اے ہمالہ! اے فصیلِ کشورِ ہندوستان! ص۔
فصیلِ کشورِ ہندوستان	:	اے ہمالہ! اے فصیلِ کشورِ ہندوستان! ص۔
کشورِ ہندوستان	:	دیکھیے! فصیلِ کشورِ ہندوستان! ص۔
ہندوستان	:	دیکھیے! فصیلِ کشورِ ہندوستان! ص۔

سرخ روشنائی سے لکھے ہوئے جملہ الفاظ جلی کمپوز ہوں گے۔ باقی سب خفی۔ اس طرح شمار میں صرف جلی الفاظ آئیں گے، اور معنویت کے لحاظ سے ساری ترکیبی صورتیں بہ یک وقت قاری کی نظر کے سامنے آ جائیں گی اور مفردات بھی۔ یعنی شمار الفاظ کے ساتھ کلام اقبال میں الفاظ کی معنویت کے پہلو بھی نمایاں رہیں گے۔ صرف شمارِ الفاظ نہیں، شمارِ الفاظ مع اظہارِ معنویت۔ اسی طرح ہر لفظ کے تحت حاشیے میں دو وضاحتیں مرقوم ہوں گی: (۱) یہ لفظ کل کتنی بار آیا ہے۔ (۲) مفرد طور پر کتنی بار اور مرکب صورت میں کتنی بار آیا ہے۔ جہاں مکمل مصرع یا شعر لکھا جائے گا [جیسے پہلے دو اندراجات کے تحت] تو اُس کے آخر میں اُس مجموعے کا صفحہ نمبر

لکھا جائے گا جس سے وہ ماخوذ ہوگا۔

اگر اِس طریقِ کار سے مختلف کوئی طریقہ کار اختیار کیا جانا چاہیے تو اُس کی وضاحت ہونا چاہیے اور ظاہر ہے کہ یہ وضاحت آپ کریں گے یا پھر ناشر صاحبان۔

ان سب سے پہلے اُس مجموعے کا تعین کرنا ہوگا (اور یہ آپ کریں گے) جس سے الفاظ ماخوذ ہوں گے اور جس کے صفحات کا حوالہ دیا جائے گا۔ یہ بھی لازم ہوگا کہ اُس مجموعے کی جملہ اغلاط کی تصحیح آپ کے قلم سے ہو چکی ہو، تاکہ اعتماد کے ساتھ حوالہ دیا جا سکے۔ یہ کام یعنی تصحیح، نہ میں کر سکتا ہوں نہ کوئی اور۔ اس کا ذمہ آپ کو لینا ہوگا۔

یہ کتاب وہیں چھپے گی اُس ادارے کے تحت جس کی فرمایش پر یہ کام کیا جائے گا، یوں یہ بھی لازم ہوگا کہ کمپوزنگ کا کام وہیں ہو اور کاپیوں کی تصحیح بھی۔ تصحیح کا کام بھی آپ ہی کریں گے۔ کسی اور کے ذمے اس کام کو نہیں کیا جا سکتا۔ آخری کاپی بس ایک نظر میں دیکھنا چاہوں گا۔ مقدمے میں یہ ساری تفصیلات لکھی جائیں گی ــــ اب اگر پکڑے جائیں گے تو ہم دونوں ایک ساتھ پکڑے جائیں گے، واہ واہ! سبحان اللہ!!۔

ہاں، صرف اسما شمار میں آئیں گے۔ افعال اور حروف (متعلقاتِ فعل) شمار میں شامل نہیں ہوں گے۔ مثلاً اوپر اقبال کا جو مصرع لکھا گیا ہے، وہ شعر کا پہلا مصرع ہے۔ دوسرا مصرع یہ ہے: چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں ــــ اس کے صرف دو لفظ شمار میں آئیں گے: پیشانی ــــ آسماں۔ دونوں لفظوں کے ساتھ مکمل مصرع درج کیا جائے گا، اس طرح:

پیشانی:	چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں	ص۔
آسماں:	چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں	ص۔

یہ اضافہ کیا جا سکتا ہے (اگر ضروری خیال کیا جائے) کہ ہر مصرعے کے ساتھ صفحہ نمبر کے بعد یہ حوالہ بھی دے دیا جائے کہ یہ کس نظم کا مصرع ہے۔

غالب کے اشاریے میں میں نے ہر جگہ مکمل شعر درج کیا ہے، مگر اقبال کے اشاریے میں میرا خیال ہے کہ صرف ایک مصرع کافی ہوگا''۔ ۲۸

رشید حسن خاں کے اس طریقِ کار سے اس کام کی معنویت کا اندازہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔ انھوں نے اسی خاکے کی ایک توسیع شدہ صورت ۲۱۔ دسمبر ۲۰۰۴ء کے خط کے ساتھ مشفق خواجہ کو بھی بھجوائی۔ مشفق خواجہ کے نام کا یہ خط بھی مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی میں شامل ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کو بھجوائے گئے خاکے میں تو انھوں نے صرف ایک شعر کی مثال سے ساری متعلق تفصیل لکھ بھیجی لیکن مشفق خواجہ کے نام مذکورہ خط میں انھوں نے اقبال کی نظم ہمالہ کے چند بند، پھر

دو غزلیں اور بالِ جبریل سے دو قطعے لے کر اس خاکے کو مرتب کیا اور طریقِ کار کی تفصیلات الگ سے خط میں لکھیں۔ مشفق خواجہ کے نام اس خط کے ساتھ لفظیاتِ اقبال کے اشاریے کا نمونہ رشید حسن خاں نے بھجوایا، وہ یہاں شامل نہیں ہو سکا، ورنہ اس کا مکمل خاکہ سامنے آ جاتا البتہ دو صفحات پر مشتمل یہ خط بھی لفظیاتِ اقبال کے طریقِ کار کی وضاحت کے لیے بہت اہم ہے۔ بہت سی ضروری باتیں اس میں درج ہیں۔ اس خط سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ رشید حسن خاں نہ صرف اس کام کا مکمل طریق کار طے کر چکے ہیں اور نمونہ تیار کر چکے ہیں بلکہ وہ اس کام کا آغاز کرنے کا بھی مصمم ارادہ رکھتے ہیں۔ رشید حسن خاں، مشفق خواجہ کے نام اپنے مذکورہ خط کے آغاز میں لکھتے ہیں:

> ''میں نے وضاحت کی خاطر بانگِ درا کی پہلی نظم ہمالہ کے شروع کے چند بند لیے، پھر دو غزلیں نکالیں اور پھر بالِ جبریل سے دو قطعے لیے۔ اس طرح جو کارڈ بن سکے، اُن میں سے دو صفحات کے بقدر (کذا) مسالا الگ کر لیا گیا۔ اب یہ آپ کے ملاحظے کے لیے بھیج رہا ہوں کہ جو درّ و بدل ہونا ہو، وہ ابھی ہو جائے''۔۲۹

اس پیرا گراف سے ایک تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے نام بھیجے گئے نمونے کی نسبت یہ زیادہ مفصل ہے۔ دوسری یہ بات کہ اس کام کو کرنے کے لیے ان کا ارادہ پختہ ہے اور وہ مستعد بھی ہیں۔ مشفق خواجہ نے اس سلسلے میں ۲۴۔ دسمبر ۲۰۰۴ء کو اپنے خط میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے ذمے یہ کام لگایا:

> ''رشید حسن خاں صاحب کا خط ملا۔ لفظیاتِ اقبال کا جو خاکہ انھوں نے بھیجا ہے، وہ میں نے بغور پڑھا۔ میری رائے میں یہ نہایت اہم اور ضروری کام ہے اور ضرور ہونا چاہیے۔ آپ سہیل عمر صاحب سے بات کیجیے اور کام شروع کرا دیجیے، لیکن اس سے پہلے معاوضے کا تعین ہونا چاہیے اور معاوضے کا ایک حصہ انھیں پیشگی ادا کرنا چاہیے۔ خان صاحب کے مالی حالات ایسے نہیں ہیں کہ محض مستقبل کی امید پر کام شروع کر دیں۔ رقم کی ادائی کے سلسلے میں سہیل عمر صاحب بہتر طور پر کوئی راستہ نکال سکتے ہیں۔
>
> آپ کے خط کی موصولی کے بعد، ایک روز میں نے رشید حسن خاں صاحب کو فون کیا تھا اور آپ کے خط کا ذکر کیا تھا۔ وہ بیماری اور دیگر پریشانیوں کے باوجود اس کام کو انجام دینے کے خواہاں ہیں، لہٰذا آپ کوئی ایسی صورت نکالیے کہ وہ جلد از جلد کام شروع کر دیں۔ خاں صاحب نے کام کا جو خاکہ بھیجا ہے، وہ نہایت مناسب ہے۔ اس میں کسی ترمیم یا تبدیلی کی ضرورت نہیں، کام اسی خاکے کے مطابق ہونا چاہیے''۔۳۰

یہاں تک تو طے ہو گیا تھا لفظیاتِ اقبال کو مکمل کرنے کا طریقِ کار بھی اور خاکہ بھی اور گرتی ہوئی عمر اور صحت کے باوجود رشید حسن خاں اس کام کو کرنے کے لیے تیار بھی تھے لیکن چونکہ یہ کام کسی ادارے

کے تعاون سے ممکن ہونا تھا اور اسی لیے اقبال اکادمی سے کہا گیا۔ اقبال اکادمی کا جواب ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے بڑے دکھ کے ساتھ بتایا ہے۔ وہ اپنے نام مشفق خواجہ کے مذکورہ بالا خط کے حاشیے میں لکھتے ہیں:

> ''ناظم اقبال اکادمی سہیل عمر صاحب نے کہا: لفظ کا یہ کام ہم کمپوٹر کے ذریعے کروا چکے ہیں اور کمپوٹر میں محفوظ ہے۔ بہر حال افسوس ہے کہ سہیل عمر صاحب کی عدم رضا مندی کے سبب یہ علمی منصوبہ بروے کار نہ آ سکا۔ ورنہ یہ مرحوم کا آخری یادگار کام ہوتا۔ سال بھر میں پورا یا اس کا متعد بہ حصہ انجام پا جاتا اور چھپ بھی جاتا۔ کمپوٹر والا کام اس پائے کا نہیں ہو سکتا اور یوں بھی وہ تو 'لوحِ محفوظ' کی طرح ہے''۔[۳۱]

ناظم اقبال اکادمی کی طرف سے یہ انکار ہاشمی صاحب نے رشید حسن خاں کو بھی بتا دیا ہوگا جس کے سبب انھوں نے اس کام کو کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ وہ ۱۰۔ فروری ۲۰۰۵ء کے خط میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کو لکھتے ہیں:

> ''اب اس مسئلے کو ختم سمجھیے۔ اب کسی کام کو مکمل کرنے کی توانائی نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہے۔ وہ آپ کی تشویق تھی، ورنہ میں اس پھیر میں نہ پڑتا۔ یہ اچھا ہی ہوا کہ میں اس پھیر میں نہیں پڑا''۔[۳۲]

یوں اقبالیات سے متعلق ایک اور اہم علمی منصوبہ رشید حسن خاں کی توجہ سے محروم رہا۔ رشید حسن خاں کی مجوزہ کلیاتِ اقبال کی تدوین اور لفظیاتِ اقبال کی ہر منزل سے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی آگاہ ہیں۔ اقبال ان کا محبوب موضوع ہے اور رشید حسن خاں اُن کی محبوب شخصیت ہیں یوں امید کی جا سکتی ہے کہ وہ رشید حسن خاں کے ان نامکمل منصوبوں کو بھی تکمیل کی منزل پر پہنچا سکیں گے۔

جس زمانے میں رشید حسن خاں گنجینۂ معنی کا طلسم کی تیاری میں مصروف تھے۔ اس دوران میں کام کرتے ہوئے چونکہ خود انھیں اس بات کا یقین ہوا کہ اُردو زبان میں اس نوعیت کا یہ پہلا اور منفرد کام ہے اس وجہ سے اس سلسلے کے اور کام کرنے کے لیے بھی وہ تیار ہوئے لفظیاتِ اقبال کا ذکر آ چکا ہے۔ اسی طرح نظیر اکبر آبادی اور میر انیس کے کلام کے ایسے اشاریے بھی ان کے پیشِ نظر تھے۔ رشید حسن خاں ۱۱۔ ستمبر ۲۰۰۳ء کے خط میں سید محمد عقیل رضوی کو لفظیاتِ غالب کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں: ''اس کے بعد نظیر اور پھر انیس کے کلام کا اشاریہ بنانا چاہتا ہوں''۔[۳۳]

مختلف شعرا کے کلام کے ایسے اشاریوں کے بارے میں منصوبے بنانے سے پہلے تدوین کے حوالے سے بھی کچھ علمی منصوبے شروع ہی سے اُن کے پیشِ نظر رہے خصوصاً نو طرزِ مرصع، کلیات میر اور کلیاتِ سودا کہ ان تینوں کے بارے میں رشید حسن خاں نے ڈاکٹر گیان چند کے نام اپنے بہت سے خطوط میں بار بار ذکر کیا ہے کہ وہ یہ کام بھی کرنا چاہتے ہیں۔ جس زمانے میں رشید حسن خاں نے فسانہ عجائب مرتب کی اس کے بعد وہ سرور اور ان کے احوال و آثار پر بھی ایک کتاب مرتب کرنا چاہتے تھے۔

ان کے علاوہ امراؤ جان ادا کو مرتب کرنے کی فرمائش ڈاکٹر نیر مسعود نے کی تھی جو انھوں نے خوشی سے قبول کی لیکن اس کا پہلا اڈیشن نہ ملنے کی وجہ سے یہ کام بھی ٹلتا رہا۔ ڈاکٹر نیر مسعود اور اسلم محمود کے نام خطوط میں اس منصوبے کا بھی متعدد بار ذکر آیا ہے۔ لہٰذا رشید حسن خاں کے نامکمل علمی منصوبوں میں اگر کلیاتِ اقبال کی تدوین اور قصائد سودا کی تدوین کو رکھا جا سکتا ہے جن کے کرنے کے بارے میں بھی انھوں نے خاکہ بنایا یا صرف خواہش ظاہر کی تو اس فہرست میں لفظیاتِ اقبال، لفظیاتِ نظیر، لفظیاتِ انیس، نو طرزِ مرصع، کلیاتِ میر اور کلیات سودا اور امراؤ جان ادا کو بھی رکھا جانا چاہیے۔ یہ تحقیقی و تدوینی کام تو وہ تھے جن کو وہ کرنا چاہتے تھے لیکن کر نہیں سکے لیکن رسائل میں ان کے جو متعدد مضامین بکھرے پڑے ہیں انھیں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ دو چار جلدوں میں تو اُن کے یہ غیر مدوّن مضامین بھی ضرور جمع کیے جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے مکاتیب ہیں۔ ان کی جمع آوری اور ترتیب واشاعت کو بھی ان کے علمی سرمائے کا حصہ بننا چاہیے۔

حوالہ جات:

۱۔ ناشاد، ڈاکٹر ارشد محمود، ''حاشیہ'' مشمولہ؛ مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی، مرتبہ؛ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد (لاہور: ادبیات، طبع اوّل، جون ۲۰۰۹ء)، ص: ۱۸۳

۲۔ رینا۔ ڈاکٹر ٹی۔ آر، ''مقدمہ'' مشمولہ؛ رشید حسن خاں کے خطوط، مرتبہ؛ ڈاکٹر ٹی۔ آر۔ رینا (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ زبان اُردو، فروری ۲۰۱۱ء) ص: ۳۲

۳۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، ''ممتاز محقق اور متنی نقاد'' مشمولہ؛ ہفت روزہ، ہماری زبان (رشید حسن خاں نمبر) شمارہ نمبر: ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، جلد نمبر: ۶۵ (نئی دہلی: یکم تا ۲۸ ستمبر ۲۰۰۶ء)، ص: ۴

۴۔ رشید حسن خاں، رشید حسن خاں کے خطوط، مرتبہ؛ ڈاکٹر ٹی۔ آر۔ رینا، ص: ۱۹۱

۵۔ ایضاً ۔۔۔ ایضاً ۔۔۔ ایضاً، ص: ۸۰۷

۶۔ ایضاً ۔۔۔ ایضاً ۔۔۔ ایضاً، ص: ۸۱۵

۷۔ ایضاً ۔۔۔ ایضاً ۔۔۔ ایضاً، ص: ۷۰۳

۸۔ رشید حسن خاں، مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی، مرتبہ؛ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد، ص: ۱۵۵

۹۔ ایضاً ۔۔۔ ایضاً ۔۔۔ ایضاً، ص: ۱۵۷

۱۰۔ رشید حسن خاں، رشید حسن خاں کے خطوط، مرتبہ؛ ڈاکٹر ٹی۔ آر۔ رینا، ص: ۳۹۵

۱۱۔ رشید حسن خاں، ''پروفیسر رشید حسن خاں کے چند مکتوب'' از ڈاکٹر گوہر نوشاہی، مشمولہ: تحقیقاتِ

اُردو، جلد:۱، شمارہ،۱(اسلام آباد: جنوری۔ جون ۲۰۱۱ء)،ص:۴۶

۱۲۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً،ص:۴۷۔۴۸

۱۳۔ رشید حسن خاں،مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی،مرتبہ؛ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد،ص:۱۷۱

۱۴۔ گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، پروفیسر رشید حسن خاں کے چند مکتوبات''، مشمولہ مشمولہ؛تحقیقاتِ اُردو، جلد:۱، شمارہ،۱،ص:۵۴

۱۵۔ عارف نوشاہی، ڈاکٹر، خط بنام محمد سعید ، (ذاتی)(اسلام آباد: ۱۸۔ دسمبر۲۰۱۲ء)

۱۶۔ ناشاد، ڈاکٹر ارشد محمود،''عرضِ مرتب''، مشمولہ؛ مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی، مرتبہ؛ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد ص:۱۳

۱۷۔ ہاشمی، ڈاکٹر رفیع الدین،''دیباچے''، مشمولہ، مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی، مرتبہ؛ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد،ص:۱۲

۱۸۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً،ص:۳۱

۱۹۔ خلیق انجم ڈاکٹر، خط بنام ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، مشمولہ؛مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی، مرتبہ؛ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد،ص:۱۶۸

۲۰۔ رشید حسن خاں،مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی،مرتبہ؛ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد،ص:۱۶۴

۲۱۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً،ص:۱۷۹

۲۲۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً،ص:۱۸۰

۲۳۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً،ص:۱۶۹

۲۴۔ رشید حسن خاں، رشید حسن خاں کے خطوط،مرتبہ؛ ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا،ص:۳۹۴

۲۵۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً،ص:۳۹۵

۲۶۔ رشید حسن خاں،مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی،مرتبہ؛ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد،ص:۱۳۲

۲۷۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً،ص:۱۴۳

۲۸۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً،ص:۱۴۷۔۱۴۹

۲۹۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً،ص:۱۹۰

۳۰۔ مشفق خواجہ، مکاتیب مشفق خواجہ بنام رفیع الدین ہاشمی(لاہور: ادارہ

مطبوعات سلیمانی، فروری ۲۰۰۸ء)،ص:۲۷۳-۲۷۴

۳۱۔ ہاشمی، ڈاکٹر رفیع الدین، مکاتیب مشفق خواجہ بنام رفیع الدین ہاشمی، ص:۲۷۳-۲۷۴

۳۲۔ رشید حسن خاں،مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی،مرتبہ؛ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد،ص:۱۵۳

۳۳۔ رشید حسن خاں، رشید حسن خاں کے خطوط،مرتبہ؛ ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا،ص:۸۷۲

ماخذ:

۱۔ تحقیقاتِ اُردو، جلد:۱،شمارہ:۱،اسلام آباد: جنوری۔جون ۲۰۱۱ء۔

۲۔ رینا۔ڈاکٹر ٹی۔آر،مرتبہ؛ رشید حسن خاں کے خطوط،نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ زبان اُردو،فروری ۲۰۱۱ء۔

۳۔ عارف نوشاہی، ڈاکٹر، خط بنام محمد سعید، (ذاتی)،اسلام آباد: ۱۸۔دسمبر ۲۰۱۲ء۔

۴۔ مشفق خواجہ، مکاتیب مشفق خواجہ بنام رفیع الدین ہاشمی، لاہور: ادارہ مطبوعات سلیمانی، فروری ۲۰۰۸ء۔

۵۔ ناشاد، ڈاکٹر ارشد محمود مرتبہ؛مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی لاہور: ادبیات،طبع اوّل۔

۶۔ ناشاد، ڈاکٹر ارشد محمود، مرتبہ؛مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی، لاہور: ادبیات،طبع اوّل، جون ۲۰۰۹ء۔

۷۔ ہفت روزہ، ہماری زبان (رشید حسن خاں نمبر) شمارہ نمبر:۳۶،۳۵،۳۴،۳۳، جلد نمبر: ۶۵،نئی دہلی: یکم تا ۲۸ ستمبر ۲۰۰۶ء۔

☆☆☆